Fikr-o-Nasar (Islamabad) 8:4 (1969)

(قسط ۲)

مُلّا صدرا

ایک بزرگ ایرانی فلسفی کا تعارف

محمد عبد الحق - فیلو ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی

پچھلے صفحات میں بتایا گیا ہے کہ وجود تمام چیزوں سے اہم ہے۔ لہٰذا ارسطو نے منطقی طبقہ بندی کرتے ہوئے جو مقولات عشر (TEN CATEGORIES) کا ذکر کیا وہ سب ماہیات سے متعلق ہیں یا اقسامِ ماہیات ہیں۔ وجود ان سب سے برتر ہوتے ہوئے ان سب کے ساتھ بھی ہے کیونکہ وہ ہر چیز کے ہونے کا سبب و باعث (RAISON D'ETRE) ہے۔

وحدتِ وجود و تشکیکِ وجود

اوپر گزر چکا ہے وجود اصیل ہے اور ماہیت ایک امر اعتباری و عرضی ہے۔ پس وجود ہی تمام چیزوں کی حقیقت ہے۔ ملا صدرا کے نزدیک وجود اور وحدت متماثل (IDENTICAL) ہیں[1]۔ یعنی ہر دو ایک حقیقت ہیں۔ جہاں وجود ہے وہاں وحدت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ وجود و وحدت لازم و ملزوم ہیں۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ وجود ایک حقیقتِ واحد ہے لیکن موجودات کثرت (MULTIPLICITY) ہیں۔ یعنی موجودات ماہیات کے لحاظ سے متعدد و بکثرت ہیں لیکن وجود کی حیثیت سے ایک حقیقت واحد میں منسلک ہیں۔ بہ عبارت دیگر کثرت کے پردہ میں وحدت مخفی ہے یعنی وحدت وجود (UNITY OF BEING) کثرت موجودات کے پردہ میں پوشیدہ ہے۔ تشکیک وجود کا یہ مطلب ہے کہ وجود اگرچہ ایک حقیقت واحد ہے لیکن مختلف مراتب (GRADATIONS) کا حامل ہے یعنی بعض مرتبہ اقوی بعض قوی اور بعض ضعیف[2]۔ اور بعض اضعف۔ بعض متقدم و بعض متاخر۔ مثلاً وجود عقل وجود ہیولیٰ سے متقدم ہے۔ یا جیسے آفتاب کی روشنی۔ چاند کی روشنی اور شمع کی روشنی کی حقیقت ایک ہی ہے فرق صرف اتنا ہے

---

۱ - ملّا صدرا - اسفار - جلد دوم - ص - ۸۲

۲ - ملّا صدرا - اسفار - جلد اوّل - ۳۵-۳۶-۳۷ -

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

کہ ایک تیز اور طاقتور ہے اور دوسری کمزور اور مدھم۔ اسی طرح ایک انسان کا وجود، ایک درخت کا وجود اور ایک پتھر کا وجود من حیث الوجود ایک ہی حقیقت ہے۔ البتہ اگر ان میں فرق ہے تو صرف یہ کہ ایک کامل ہے اور دوسرا ناقص۔ مختصر یہ کہ وجود خداوند حقیقت وجود ہے اور تمام موجودات کے وجود کا منشاء مرکز ہے جو جس نسبت سے مرکز کے نزدیک تر ہو گا اسی نسبت سے قوی تر ہو گا۔ جیسے عقل کا وجود اقوی ہو گا اور جوں جوں مرکز سے دوری ہوتی جائیگی اس کے ضعف میں اضافہ ہوتا جائیگا۔ چنانچہ ہیولیٰ جس کا وجود آخری درجۂ تنزل میں ہے ضعیف ترین وجود ہے [۵۳]۔

یہاں ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ وحدتِ وجود اور تشبیہہ (PANTHEISM) ایک نہیں ہیں۔ تشبیہہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز خدا ہے یا خدا کا جزء ہے۔ حالانکہ وحدتِ وجود (UNITY OF BEING) سے مراد یہ ہے کہ موجودات خدا نہیں۔ تاہم ان کا وجود خدا سے جدا و آزاد بھی نہیں ہے یعنی ہر لحظہ میں بقاءِ وجودِ موجودات خدا پر موقوف ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ کوئی مثال خدا کو سمجھنے کیلئے کافی نہیں ہے۔ لیس کمثلہ شیئ۔ لیکن پھر بھی تقریب ذہنی کے لئے ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ وجودِ موجودات مثلِ شعاع آفتاب ہے۔ جیساکہ وجودِ شعاع ہر لحظہ آفتاب پر موقوف ہے ویسا ہی موجودات کا وجود بھی خداوند پر موقوف ہے اور جس طرح شعاع آفتاب نہیں۔ اسی طرح موجودات بھی خدا نہیں۔ اور جس طرح شعاع کا وجود کبھی آفتاب سے جدا نہیں ہو سکتا، ویسے ہی موجودات کا وجود بھی کبھی خداوند سے آزاد و مستقل و بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ پس آفتاب سے بھی یہ مثال کاملاً کافی نہیں ہے۔ کیونکہ آفتاب مخلوق ہے۔ اور خدا کی نشانیوں (آیات) میں سے ایک نشانی (یا آیت) ہے۔ جس میں کوئی خودمختاری نہیں ہے۔ یعنی آفتاب کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو اپنی شعاعوں کو نہ پھیلائے یا محدود رکھے۔ لیکن خدا قادرِ مطلق ہے وہ چاہے تو موجودات کو زندہ وقائم رکھے یا انہیں ختم کر دے۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے "ان یشاء یذھبکم ویأت بخلق جدید"۔ اور "یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب"۔ [۵۴]

الغرض موجودات کا وجود مثلِ وجودِ مستعار ہے۔ جب خدا ارادہ کریگا وہ وجود کو موجودات سے واپس

---

[۵۳] ۔ ملاصدرا ۔ اسفار ۔ جلد اوّل ۔ ص ۔ ۱۸۷ ۔ ۱۸۸ ۔

[۵۴] ۔ قرآن ۔ ابراہیم ۔ ۱۹ ۔ الانبیاء ۔ ۱۰۴

[۵۵] ۔ ملاصدرا ۔ الرسائل ۔ سریان الوجود ۔ ص ۔ ۱۴۶ ۔ ۱۴۷

لے لیگا۔لعبارت دیگر وجودِ موجودات وجود خُدا وند کی ایک شعاع یا ظہور یا تجلی یا پر تو ہے[۵۶]۔ جیسا کہ مولانا روی فرماتے ہیں :۔

من و تو عارض ذات وجودیم   مشبک ہائے مرآت شہودیم

اسی مفہوم کو ایک عربی شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے :۔

کل ما فی الکون وھم او خیال - او عکوس فی المرایا او ظلال

اسی نقطہ نظر سے وجودِ موجودات ایک حد تک پاک و نیم ملکوتی (QUASI - DIVINE) ہے لیکن وجود خدا وند کے سامنے بجز فقر و احتیاج و عجز کے ان کی کوئی مستقل حیثیت نہیں۔ اب ہم سمجھ سکتے ہیں کہ ماہیات فی نفسہٖ نہ موجود ہیں نہ معدوم، یعنی کوئی شے ہی نہیں۔ محض وجودِ موجودات کے تعین (DETERMINATION) و حدود ہیں۔ پس ماہیت ہمیں بظاہر نظر آنے والی شکلوں کی وہ حدود (LIMITS) ہیں جنھیں نہ ہم سے جُدا کیا جاسکتا ہے۔ نہ وہ بذاتہٖ موجود ہیں اور نہ معدوم۔ پس ماہیت کا حال ابہام آمیز ہے۔ ایک شعر ہے[۵۷]

وجود اندر کمال خویش ساریست   تعینہا امور اعتباریست

پس وجود اصیل ہے۔ ہر چیز کی حقیقت ہے لہٰذا وہ ہر جگہ (IMMANENT) حاضر ہے چونکہ خدا وند حقیقت وجود ہے لہٰذا خدا ہر جگہ ہے اور وُہی ہر جگہ میں قادر مطلق ہے اور ہر امر واقعہ میں وُہی توازن و انصاف قائم و برقرار رکھتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے :۔ "وھو الذی فی السماء الٰہ وفی الارض الٰہ"۔ "ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض"[۵۸]۔ بایں ہمہ خدا وند ہر چیز سے منزّہ و برتر (TRANSCENDENT) بھی ہے۔

اب ایک اہم بات یہ ہے کہ ماہیت ایک امر عرضی ہے اور وجود اصیل ہے اور ہر چیز کی حقیقت ہے لیکن ہماری نظر میں صرف ماہیت ہی جلوہ گر ہوتی ہے اور وجود ہماری نظر سے غائب رہتا ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ حقیقتِ وجود غیر مادی یا امر مابعد الطبیعہ (METAPHYSICAL) ہے۔ اس نقطہ نظر سے وجود ایک راز (بھید یا رمز) ہے۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ خدا وند تعالیٰ سر الاسرار و غیب الغیوب[۵۹] ہے۔ اسی لئے عرفا نے کہا :۔ ما عرفناک حق معرفتک (اے خدا وند ہم آپ کو جیسا کہ آپ کے پہچاننے کا حق ہے نہیں پہچان سکے) یہی وجہ ہے کہ جس قدر معرفت خدا وند زیادہ ہوتی جاتی ہے حیرت و پریشانی میں اور بھی اضافہ

۵۶۔ مُلّا صدرا ۔ اسفار ۔ جلد اوّل ۔ ص ۴۸ ۔

۵۸۔ قرآن ۔ الزخرف ۔ ۸۴ ۔ البقرۃ ۔ ۲۵۱

۵۹۔ مُلّا صدرا ۔ الرسائل ۔ اکبر العارفین ۔ ص ۲۹۹ ۔

ہوتا جاتا ہے۔ اور انسان کو اپنے ناقص علم کا کلّی احساس ہوتا ہے ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ٭ وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم (سعدی)

نہ اشارت می پذیرد نہ عیاں ٭ نہ کسی زو نام دارد نہ نشان (")

مُلّا صدرا نے بھی دیگر عرفا کی طرح موجودات کو وجود خداوندی کی تجلّی (THEOPHANY) اور ظہور سے تعبیر کیا۔ اور تمام موجودات کو ایک وجود واحد میں منسلک اور اس کا ظہور (MANIFESTATION) بتایا ہے اور ایک مثال سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ جس طرح شعاع نکالنے سے آفتاب میں بظاہر کوئی نقص و تغیر نہیں ہوتا اسی طرح موجودات کو وجود عطا کرنے سے ذات خداوند میں کسی طرح کا نقص و تبدّل نہیں ہوتا۔ پس کثرت ظہور وحدتِ وجود کے منافی (NAGATION) نہیں ہے۔ جیسے ایک فکر و تخیل (IDEA) کا مختلف الفاظ کے ذریعہ ظہور ہو سکتا ہے اور الفاظ میں تغیر و تبدل سے بھی آپ اسی مفہوم و تصوّر کو ادا کر سکتے ہیں۔ بظاہر لکھے ہوئے الفاظ کثرت پر دلالت کرتے ہیں لیکن مفہوم و تصوّر میں وحدت ہی رہتی ہے۔ دیکھیے نُور ایک حقیقت واحد ہونے کے باوجود بھی مختلف درجات میں متفاوت ہوتا ہے۔ نُور کا بعض درجہ قوی اور ضعیف ہے۔ لیکن نور کا ہر مرتبہ اس کی حقیقت اصلی اور مفہوم میں متفق اور نُور کی اس تعریف میں شامل ہے۔ الظاھر بالذات و المظھر للغیر (یعنی نُور بالذات ظاہر ہوتا اور غیر چیز کو ظاہر کرنے کا سبب ہوتا ہے) تعریف تمام مختلف مراتب نُور پر صادق آتی ہے۔ پس کثرت موجودات، وجودِ واحد کے مراتب مختلف ہیں یعنی ہر ایک مرحلہ میں وجودِ واحد کا ظہور ایک خاص شان یا ایک مخصوص صُورت کے ساتھ ہوتا ہے پس تمام مراحل کو ایک وجودِ واحد کی شئوں و تجلیات کہا جا سکتا ہے۔[۹]

"ہر لحظہ بشکلِ بُتِ عیار در آید"

پس اس مادی و جسمانی عالم میں کثرت و تعدّد وجودات اس لئے نمایاں ہیں کہ وہ سب ماہیات کے ساتھ وابستہ و آمیختہ ہیں۔ اور وہ ماہیات وجودِ موجودات کے مقید و محدود ہونے کی نشانی ہے۔ پس وجودِ انسان۔ وجودِ حیوان۔ وجودِ نبات و وجودِ جماد، سب ایک وجودِ واحد میں با تفاوت درجات مشترک و منسلک ہیں۔ لیکن ماہیات کے ساتھ وابستہ ہونے کی وجہ سے متکثر و متعدد ہو گئے ہیں[۱۰]۔ حافظ نے خوب کہا ہے :۔

۹؎۔ جواد مصلح فلسفہ عالی یا حکمت صدر المتألہین۔ جلد اوّل۔ ص۔ ۱۴-۱۵۔

۱۰؎۔ ایضاً۔ ص۔ ۱۴-۱۵

ایں ہمہ عکس می ونقش مخالف کہ نمود یک فروغ رخ ساقی است کہ در جام افتاد

زلف آشفتۂ او موجب جمعیت ماست چوں چنین است پس آشفتہ ترش باید کرد

پس اس نقطۂ نظر سے موجودات وجودِ خداوندہی کے نور کا ایک ظہور ہے یا اسی نور سے منور ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - "و اشرقت الارض بنور ربھا"[11] پس شدت وحدت نورِ الٰہی ہمارے لئے ایک حجاب میں مبدل ہو گئے - ہم تو اتنے ناتواں ہیں کہ آفتاب کی طرف نظر نہیں ڈال سکتے - اس کی تندی ہماری آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے - پس اسی پر قیاس کر کے ہم نورِ خداوند کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں - ایک شاعر نے خوب فرمایا -

"از فرط ظہور گشت مخفی ❊ در عین خفا نمود اظہار"

پس جیسا کہ اوپر گزر چکا خداوندی حقیقت میں سر الاسرار و غیب الغیوب ہے اور یہاں ہم دیکھ رہے ہیں کہ نورِ خداوندی حقیقت ظاہر ہے - اس کے سامنے موجودات کی کوئی حقیقت نہیں - موجودات دریا کی امواج کی طرح ہیں - جو تھوڑی دیر کے لئے سر بلند ہوتی پھر مٹ جاتی ہیں - ان کا کوئی ذاتی مستقل وجود نہیں - اسی لئے خداوند نے فرمایا: "ھو الاول والآخر والظاھر والباطن"[12]

اسی طرح خداوند وجود مطلق ہے - وہ زمان و مکان سے برتر ہے - وہ ہر آن میں، ہر جگہ میں حاضر ہے - ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی معین جگہ میں ہے - کیونکہ وہ ہر تعین سے منزہ و مبرا ہے - پس نتیجہ یہ ہوا کہ خداوند ہمارے ساتھ اور ہم سے بہت ہی نزدیک ہے - جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ونحن اقرب الیہ من حبل الورید"[13] لیکن ہمیں اس قربت خداوندی کا کوئی شعور و احساس نہیں ہوتا - اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے شعور و احساس کی رسائی فقط ماہیت تک ہے - ہم ماہیت سے بہت زیادہ مانوس ہو کر اسی کو حقیقت سمجھنے لگے اور کثرت میں ڈوب کر اپنے وحدت وجودی و شعور وجودی (ONTOLOGICAL CONSCIOUSNESS) سے غافل ہو گئے - لہٰذا ہم قربت خداوندی سے بھی غافل ہو گئے [اس غفلت کے اور بھی اسباب ہیں - یہاں ان کے بیان کی گنجائش نہیں ہے] ایک شاعر نے خوب کہا ہے!

---

۱۱ - قرآن مجید - الزمر - ۶۹

۱۲ - قرآن مجید - الحدید - ۳

۱۳ - قرآن مجید - قٓ - ۱۶

دوست نزدیک تر از من بمن است   وین عجب تر کہ من از وی دورم

اوپر ہم نے محض ذہنی تقریب کے لئے اللہ تعالیٰ کی بے مثال ذات کو اپنے گرد وپیش کی اشیاء سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی مثال سے سمجھایا نہیں جا سکتا، اتنا ضرور ہے کہ موجودات میں ہر چیز اپنے ناقص ذریعہ سے خداوند کے کمال و توحید پر گواہی دے رہی ہے۔ اس حیثیت سے ہر چیز خداوند کی نشانی (SIGN & SYMBOL) ہے اسی لئے قرآن کریم نے انسان کو اولوا الالباب اولوا الابصار سے خطاب کر کے انہیں دعوت دی کہ وہ کائنات کی ہر مخلوق۔ آسمان۔ زمین۔ آفتاب۔ چاند۔ تارے۔ درخت۔ دریا۔ کوہ وغیرہ میں فکر و تدبر کریں۔ کیونکہ یہ سب اپنے خالق کے گواہ ہیں۔ ملا صدرا کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے اس دنیا کو عالم الشہادہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں ہر چیز عالم غیب (METAPHYSICAL WORLD) کے وجود پر گواہی دیتی ہے۔ پس ملا صدرا کے نزدیک دنیا ایک بڑی کتاب ہے اور قرآن ایک چھوٹی کتاب ہے[۵۴]۔ قرآن کے ہر جملہ کو آیت کہا جاتا ہے۔ آیت کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی جملہ یا بیت (VERSE) اور دوسرے معنی نشانی (SYMBOL) ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح قرآن کی ہر آیت خداوند کی ایک نشانی ہے۔ اسی طرح دنیا کی ہر چیز وجود خداوند پر گواہی دیتی ہے۔ آئندہ وجود کے بارے میں مزید گفتگو کی جائے گی۔

(مسلسل)

۵۴۔ ملا صدرا۔ الرسائل۔ اکسیر العارفین۔ ص۔ ۲۹۵۔